© rasailojaraid.com

۵۰ - قرآن مجید ۹۲ : ۳

۵۱ - ایضاً ۳۳ : ۷۹

۵۲ - ایضاً ۸۸ : ۲۸

۵۳ - ایضاً ۱۱۱ : ۹

۵۴ - ایضاً ۲۱۵ : ۲

۵۵ - ملاحظه هو راقم سطور کا مقاله ''اقبال اور تقدیر امم، مشموله سه ماهی ''اقبال ریویو، بابت جولائی اور اکتوبر ۱۹۷۷ء صفحه ۱ تا ۳۵

© rasailojaraid.com

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:10-11 (1979)
© rasailojaraid.com

عظمت انسانی، اقبال کی نظر میں

سید علی رضا نقوی

علامہ اقبال کے خیال میں انسان اشرف المخلوقات اور تخلیق خداوندی کا بہترین اور ارفع نمونہ ہے ۔ ان کا انسانی عظمت پر کامل ایمان تھا ۔ انھوں نے اپنے اشعار میں جابجا انسان کی فضیلت و شرف کے گن گائے ہیں اور اس کے اشرف المخلوقات ہونے کو مختلف دلائل اور شواہد سے ثابت کیا ہے ۔

بعض اکابر صوفیہ و حکماء کی طرح علامہ اقبال بھی انسان کی تخلیق کا بنیادی سبب خالق کی اپنی جلوہ نمائی کی خواہش ہی سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا نے انسان کو بطور آئینہ کے خلق کیا ہے تاکہ اس میں اپنی ذات کا پرتو دیکھ سکے ۔ غالب نے بھی اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے :

دھر جز جلوہ یکتائی معشوق نہیں   ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بین

یہ خالق کی خود بینی و خود نمائی کی خواہش ہی تھی جس کے سبب اس نے اس کائنات کی جملہ مخلوقات خصوصاً انسان کو خلق کیا ۔ اس عقیدہ کی تائید مشہور حدیث قدسی سے ہوتی ہے جہاں خدا وند تعالی فرماتا ہے :

”کنت کنزاً مخفیا فأحببت ان أعرف فخلقت الخلق،،

”یعنی میں پوشیدہ خزانہ تھا ۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں ۔ چنانچہ میں نے خلق کو پیدا کیا،، ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ اقبال کی نظر میں ایک طرف انسان اس کائنات میں خدا کی جستجو میں مشغول ہے، وہ خدا کا جلوہ کائنات کی ہر شے میں دیکھنا چاہتا ہے اور شب و روز اسی تگ و دو میں سرگرداں و پریشان رہتا ہے ۔ دوسری طرف معاملہ بالکل بر عکس ہے ۔ خود خدا بھی انسان کی تلاش میں ہے ۔ گویا خدا نے اسے گم کر دیا ہے اور اسے پانے کی کد و کاوش کر رہا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو پانے کی خواهش نے خدا کو بھی سرگرداں کر رکھا ہے ۔ کبھی اس نے لالہ و گل کے رخ پر ہمارے لئے پیغام لکھا، تو کبھی مرغان خوش الحان کے ذریعہ ہمیں آوازیں دلوائیں ۔ کہیں بلبل زار کے نالہ و فریاد کے ذریعہ ہمیں اپنی طرف متوجہ کیا، تو کبھی نرگس کی آنکھ بن کر ہمارے جمال کا نظارہ کرنا چاہا ۔ جیسے یہ سارے کرشمے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہم سے محو گفتگو ہوں ۔

کبھی چاروں طرف ہمارے فراق میں وہ آہ سحر گاہ میں مشغول ہے، تو کبھی اس رنگ و بو کے کارخانے میں ہم خاکیوں کے دیدار کی خاطر اس نے ہنگامہ آرائی کی ۔ کبھی ذرہ ذرہ میں چھپ کر ہمیں جھانکتا ہے، تو کبھی اس دنیا کے وسیع صحن میں چاندی کی طرح چٹکتا اور اس خاکدان عالم میں ہمارے گوہر گم گشتہ کو دوبارہ پالینے کی کوشش کرتا ہے ۔ فرماتے ہیں :-

ما از خدائے گم شدہ ایم او بجستجو است
چون ما نیازمند و گرفتار آرزو ست

گاہے بہ برگ لالہ نویسد پیام خویش
گاہے درون سینہ مرغان بہ ہا و ہوست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

در نرگس آرمید که بیند جمال ما
چندان کرشمه داں که نگاهش به گفتگوست
آہے سحر گہی که زند در فراق ما
بیرون و اندرون، زبر و زیر، و چار سو ست
ہنگامه بست از پے دیدار خاکئے
نظارہ را بہانه تماشائے رنگ و بوست
پنہاں به ذرہ ذرہ و نا آشنا ہنوز
پیدا چو ماہتاب، و به آغوش کاخ وکوست
در خاکدان ما گہر زندگی گم است
ایں گوہرے که گم شده ''مائیم،، یا که اوست(۱)

علامه اقبال کے خیال میں انسان کو چاہئے که بجائے اس کے که طور پر جاکر خدا کے جلوہ کی تلاش کرے، خود انسان کی تلاش کرے، کیونکه انسان ابھی خود اپنا بھی نامحرم ہے ۔ اسے خود اپنی بھی خبر نہیں ۔ لہذا بہتر یه ہے که اول وہ اپنی ذات کو پہچانے، کیونکه خود شناسی خدا شناسی کی پہلی منزل ہے ۔

گدائے جلوہ رفتی بر سر طور
که جان تو ز خود نا محرمی ہست
قدم در جستجوے آدمی زن
خدا ہم در تلاش آدمی ہست(۲)

اقبال کے نزدیک انسانی عظمت کا رکن اعظم اس کی اپنی ''خودی،،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی خود نگری و خود آگہی ہے، اگرچہ اس کی اصل ایک مشت خاک سے زیادہ نہیں لیکن ''خودی،، کے ذریعہ اس کا مرتبہ تمام مخلوقات میں افضل ہوگیا ہے :

به نوریان زسن پا بگل پیامے گوے
حذر زمشت غبارے که خویشتن نگر است(۳)

''خودی،، تمام موجودات عالم کا نقطه مرکزی ہے ۔ یه ایک ایسا جوہر ہے جو به یک وقت نہایت قوی، خود آشنا اور سرکش ہے اور دنیا کی تمام اشیاء میں خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان جاری و ساری ہے ۔ تمام مخلوقات کے وجود کا پیکر ''خودی،، ہی کا مرہون منت ہے ۔ دنیا میں ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب اسرار و رموز خودی کا کرشمہ ہے ۔

پیکر ہستی ز آثار خودی است ہرچه می‌بینی ز اسرار خودی است(۴)

علامه اقبال نے اپنے ایک خط میں جو انھوں نے پروفیسر رنالڈ نکلسن کو لکھا ہے ''خودی،، کی تشریح اس طرح فرمائی ہے :

''انسان کے اندر حیات کا مرکز خودی یا شخصیت ہے ۔ شخصیت کشاکش کی ایک کیفیت ہے اور اس کیفیت کی بقا سے ہی قائم رہتی ہے ۔ اگر یه کیفیت کشاکش قائم نه رہے تو اضمحلال پیدا ہوجاتا ہے، چونکه یہی شخصیت یا کیفیت کشاکش و اضطراب انسان کا سب سے قیمتی سرمایه ہے ۔ اس لئے یه فکر رکھنا ضروری ہے که کہیں اضمحلال و سکون پیدا نه ہوجائے ۔ ہر وہ شئے جو اس کیفیت کشاکش کے بقا میں معاون ہوتی ہے ہمیں غیرفانی بنانے میں مدد گار رہتی ہے ۔ خودی کے اس تصور سے اقدار کا معیار قائم ہوجاتا ہے اور خیر و شر کا بھی حل ہوجاتا ہے ۔ ہر وہ شے جو خودی کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستحکم بناتی ہے خیر اور جو اسے ضعیف بناتی ہے شر ہے۔ آرٹ، مذہب، اخلاق سب کو خودی کے معیار ہی سے جانچنا چاہئے،، ۔(۵)

ہر شخص اور چیز کی اہمیت اس کی اپنی خودی کی تربیت و پرورش پر منحصر ہے۔ انسان جس قدر اپنی خودی کی پرورش کرے گا اسی قدر اس کی ہستی مضبوط اور قیمتی بنتی جائے گی۔ ہر وجود کی قدر و قیمت اس استحکام خودی کے حصول پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر زمین چونکہ اپنے مقام پر قائم ہے اور چاند اس کا طواف کرتا ہے تو زمین کی خودی چاند کی خودی سے زیادہ پائیدار ہے۔ اس طرح زمین چونکہ سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔ لہذا سورج کی بہ نسبت اس کی خودی ضعیف تر ہے:

چون زمین بر ہستیٔ خود محکم است
ماہ پابند طواف پیہم است

ہستی مہر از زمین محکم تر است
پس زمین مسحور چشم خاور است(۶)

علامہ اقبال کے خیال میں جب خودی بیدار ہوجاتی ہے تو اس سے ہزاروں عالموں کا ظہور عمل میں آتا ہے، کیونکہ اس کے اندر صدھا جہان پوشیدہ ہیں۔ جب قطرہ کو اپنی خودی کا احساس ہوتا ہے تو وہ ایک بے مایہ چیز سے گوہر گراں بہا بن جاتا ہے۔ جب سبزہ میں خودی بیدار ہوتی ہے تو زمین کا سینہ چاک کرکے خود کو ظاہر کرتا ہے:

خویشتن را چون خودی بیدار کرد
آشکارا عالم پندار کرد (۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قطرہ چون حرف خوی از بر کند
ہستئی بے مایہ را گوہر کند (۸)

سبزہ چون تاب دمید از خویش یافت
ہمت او سینہ گلشن شکافت (۹)

اس کے بر عکس شراب ضعف خودی کی وجہ سے علیحدہ وجود نہیں رکھتی اور اپنے وجود کے اظہار کے لئے وہ مجبوراً ساغر کا احسان اٹھاتی ہے ۔ اس طرح پہاڑ جب اپنی خودی کھو بیٹھتا ہے تو ریت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور سمندر اس کو اس طرف اس طرف کشاں کشاں لئے پھرتا ہے ۔

بادہ از ضعف خودی بے پیکر است
پیکرش منت پذیر ساغر است(۱۰)

کوہ چون از خود رود صحرا شود
شکوہ سنج جوشش دریا شود(۱۱)

انسان اگرچہ ظاہراً بے مایہ و بے ارزش ہے لیکن خودی کی تربیت سے وہ اس کائنات پر مسلط ہوجاتا ہے ۔ انفس و آفاق اس میں گم ہوجاتے ہیں اور اس عالم باد و خاک سے ماورا ہوکر سدرۃ المنتہی تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ خود سارے عالم میں نہیں سماتا لیکن ہزاروں جہان اس کے اندر سماجاتے ہیں :

آنچہ درآدم بگنجد عالم است   آنچہ درعالم نگنجد آدم است(۱۲)

یہ خودی ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان میں ایسی تابش، رمش، پرش، سوزش اور کشش پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ زمان اور مکان کی قیود سے آزاد ہوجاتا ہے ۔ کون و مکان کی وسعتیں اس کی جولان گاہ بن جاتی ہیں اور آسمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے کارواں کی گرد راہ بن کر رہ جاتا ہے ۔ اس کی منزل افلاک سے بھی ماورا ٹھہرتی ہے اور خورشید کو اس کی راہ میں صرف ایک سنگ میل کی حیثت حاصل ہوتی ہے :

وسعت ایام جولانگاہ او آسمان موجے زگرد راہ او (۱۳)

خیزد، انگیزد پرد، تابد، رمد، سوزد، افروزد، کشد، میرد، د مد (۱۴)

بلند تر ز سپہر است منزل من و تو
براہ قافلہ خورشید میل فرسنگ است (۱۵)

اس راہ میں اس کی راہ نما اس کی عقل جہاں بیں ہوتی ہے ۔ وہ اس کو سارے نشیب و فراز سے آگاہ کرتی ہے اور اس کو اسرار ازل کا پتہ دیتی ہے ۔ اسی عقل کی سیڑھی سے وہ دوش ثریا پر سوار ہوجاتا ہے اور خود ایک بحر ناپیدا کنار بن جاتا ہے ۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں سارے عالم کی وسعتیں غرق ہو جاتی ہیں ۔ مہر و ماہ اس کی جلوت میں نمودار ہوتے ہیں لیکن اس کی خلوت میں جبرئیل کو بھی اذن بار نہیں ہوتا :

با نوریان بگو کہ بہ عقل بلند دست
ماخاکیان بدوش ثریا سوارہ ایم (۱٦)

علامہ اقبالؒ کی نظر میں انسان کی خودی قایم بالذات نہیں بلکہ اس کا وجود حق تعالی سے وابستہ ہے ۔ اس کو اپنے اظہار کے لئے بھی نمود حق کی ضرورت ہوتی ہے ۔ چونکہ خودی کے تابندہ جوہر کی اصل دریائے وجود حق تعالی سے ہے، نہ کہ کسی اور شے سے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خودی را از وجود حق وجودے
خودی را از نمود حق نمودے(۱۷)

علامہ اقبال چاہتے ہیں کہ انسان بجائے اس کے کہ خود کو ''خدا،، میں جذب کردے اور اپنی علیحدہ حیثیت کھو بیٹھے، اسے چاہئے وہ اپنا وجود علیحدہ قائم رکھتے ہوئے اپنے فطری تقاضوں کو پورا کرے۔ وہ بجائے خدا کے اندر جذب ہونے کے خدا کو اپنے اندر جذب کرلے۔ وہ تسخیر کائنات کے عمل سے خدا کو اپنی خودی میں جذب کر سکتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر نکلسن کے نام خط میں خودی کی تشریح کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

''انسان جسمانی اور روحانی اعتبار سے ایک قائم بالذات مرکز ہے، لیکن وہ ابھی تک مکمل فرد نہیں ہوا ہے۔ وہ خدا سے جتنا دور ہوتا جاتا ہے اتنی ہی اس کی انفرادیت کم ہوتی جاتی ہے۔ جو خدا سے قریب ترین نقطہ پر پہنچ جاتا ہے، وہی مکمل ترین شخص ہوتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ بالآخر خدا میں جذب ہوجاتا ہے، بلکہ اس کے برعکس وہ خدا کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ انسان کامل اس مادی دنیا ہی کو اپنے اندر جذب نہیں کرتا، بلکہ وہ اس کو تسخیر کر لینے کے ذریعہ خدا کو بھی اپنی خودی میں جذب کر لیتا ہے۔۔۔۔(۱۸)

نیابت حق :

انسانی عظمت کا دوسرا رکن اعظم اس کا نائب حق ہونا ہے۔ وہ ''انی جاعل فی الارض خلیفة،،(۱۹) کی جیتی جاگتی تفسیر ہے۔ وہ اس نیابت حق کے ذریعہ تمام کائنات پر فرمانروائی کا شرف حاصل کرتا ہے اور سارے موجودات عالم پر اس کی عظمت و فضیلت کا سکہ چلتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نائب حق درجہان آدم شود برعناصر حکم او محکم شود(۲۰)

حرف انی جاعل تقدیر اوست از زمیں تا آسمان تفسیر اوست(۲۱)

انسان کو یہ شرف خدائی فعل تخلیق میں شرکت کے باعث حاصل ہوا ھے۔ اس نے یہ کام اپنی ''اختراعات و ایجادات،، کے ذریعہ انجام دیا ھے۔ علامہ اقبال اپنی نظم ''تسخیر فطرت،، میں ''میلاد آدم،، کے عنوان سے بیان کرتے ھیں کہ انسان کی تخلیق سے کائنات میں ایک ھلھلہ پیدا ھو گیا، کیونکہ فطرت کے ذرہ ذرہ کو یہ علم ھو گیا کہ ابھی تک ان کی زندگی ''پرش،، اور ''خیزش،، کی نعمتوں سے محروم تھی لیکن اب انسان کی تخلیق کے بعد تمام موجودات عالم میں حرکت پیدا ھوجائے گی۔ انسان کائنات کو زیر و زبر کر دے گا اور جہان تازہ کی بنا ڈالے گا۔

نعرہ زد عشق کہ خونین جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ھمہ عمر
تا ازین گنبد دیرینہ درے پیدا شد(۲۲)

علامہ اقبال کی نظر میں انسان کا بڑا شرف یہ ھے کہ وہ اس کائنات میں خالق کے فعل تخلیق میں شریک اور ساتھی ھے کیونکہ جہاں کو خدا نے خلق کیا تو انسان نے اس کی زیبائش و پیرائش کی:

جہان او آفرید این خوبتر ساخت
مگر با ایزد انباز است آدم(۲۳)

اسی خیال کو علامہ اقبال نے اپنی مشہور نظم ''محاورہ بین خدا و انسان،،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں پیش کیا ہے ۔ خدا انسان سے گلہ کرتا ہے کہ اس نے تو اس جہاں کو ایک آب و گل سے پیدا کیا تھا، لیکن انسان نے اس کو اقوام و ممالک میں تقسیم کردیا ۔ اس نے لوہا پیدا کیا تو انسان نے کشت و خوں کے لئے اس سے تیر و تفنگ بنا لئے ۔ درختوں کو کاٹ کر گلستان جہان کو زیبائش سے محروم کیا اور آزاد پرندوں کو قفس میں بند کرکے ان کی آزادی لوٹ لی ۔ اس پر انسان جواب دیتا ہے کہ اے خدا تونے رات بنائی تو میں نے اس میں چراغ سے اجالا کیا ۔ تونے سفال پیدا کیا تو میں نے اس سے جام بنایا ۔ تونے بیابان و کوهسار بنائے تو میں نے باغ و گلزار لگا کر عالم کو زینت بخشی ۔ میں نے تیرے بنائے ہوئے سنگ سے آئینہ اور زہر سے تریاق بنایا :

تو شب آفریدی، چراغ آفریدم سفال آفریدی، ایاغ آفریدم
بیابان و کہسار و راغ آفریدی خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

البتہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انسان کو یہ شرف تسخیر فطرت کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، جو بطور کلی عنایت خداوند کا نتیجہ ہے، کیونکہ اسی کے حکم سے انسان نے شمس و قمر کو تسخیر کیا ہے ۔ دوسرے انسان نے یہ جذبہ عقل جہاں بیں کے ذریعہ انجام دیا ہے ۔ اور تیسرے یہ کام ایک عظیم جذبہ کے ذریعہ عمل میں آیا جس کا نام ''عشق،، ہے ۔

عشق :

''عشق،، ایک ایسا شدید جذبہ ہے جو انسان کی مقصد کی طرف راهنمائی کرتا ہے ۔ انسان کی خودی عشق کے ذریعہ ''پائندہ تر،، زندہ تر، سوزندہ تر،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تابندہ تر،، ہوجاتی ہے :

نقطه نوری که نام او خودی است   زیر خاک ماشرار زندگی است
از محبت میشود پاینده تر   زنده تر، سوزنده تر، تابنده تر(۲۵)

علامہ اقبال پروفیسر نکلسن کے نام اپنے خط میں ''عشق،، کی کیفیت اور خودی کے استحکام میں اس کی ضرورت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

''خودی عشق سے مستحکم ہوتی ہے۔ عشق کا لفظ میں نے بہت وسیع معانی میں استعمال کیا ہے ۔ جس میں تسخیر کرنے اور جذب کرنے کی آرزو شامل ہے ۔ اس کی اعلیٰ صورت اقدار و مقاصد کی تخلیق اور پھر ان کے حصول کی کوشش ہے،، ۔(۲۶)

اسی عشق کے ذریعہ انسان میں ایسی قوت پیدا ہوتی ہے کہ وہ کون و مکان کو اپنے زیر نگیں کر لیتا ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے اشاروں پر چلنے لگتا ہے ۔ اس کی انگشت سے چاند شق ہوجاتا ہے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اوصاف الٰہی سے متصف ہوجاتا ہے، اور رضائے حق اس کی رضا میں منضم ہوجا تی ہے۔

از محبت چوں خودی محکم شود   قوتش فرمانده عالم شود
پنجه او پنجه حق میشود   ماه از انگشت او شق میشود(۲۷)
در رضایش مرضی حق گم شود   این سخن کے باور مردم شود(۲۸)

علامہ اقبال کے خیال میں زندگی میں کامیابی کی بہترین راہ یہ ہے کہ عقل اور عشق میں ہم آہنگی پیدا کی جائے ۔ بہ الفاظ دیگر عقل دل کی راہنمائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول کرلے تو وہ خدا کی عطا کردہ تمام نعمتوں میں اہم ترین مقام کی حامل ہوجاتی ہے۔ عقل اور عشق کی ہم آہنگی کے نتیجہ میں انسان میں ایک غیر معمولی طاقت پیدا ہوجاتی ہے جس کے ذریعہ وہ فطرت کی تسخیر کر سکتا ہے اور اس کا حکم ستاروں اور آسمانوں پر بھی چلنے لگتا ہے۔

زندگی از عشق گردد حق شناس   کار عشق از زیرکی محکم اساس
عشق چوں با زیرکی ہمبر شود   نقشبند عالم دیگر شود(۲۹)

عشق کا جذبہ انسان میں ایک لافانی آرزو پیدا کرتا ہے، جس کے ذریعہ انسان کے لئے جہان اسباب و علل کی تسخیر ممکن ہوجاتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ آرزو کی غیر فانی قوت کو ہمیشہ اپنے دل میں زندہ رکھے تاکہ اس کی مشت خاک مزار نہ بن جائے، بلکہ اس میں ہمیشہ تگ و تاز باقی رہے:

آرزو را در دل خود زندہ دار   تانگردد مشت خاک تو مزار(۳۰)

عشق کی ''ہای وہو،، اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی جستجو کی خواہش ایسی نعمتیں ہیں جن سے فرشتے ناآشنا و محروم ہیں۔ یہ انسان ہی کا دل ہے جو ''نیش و نوش آرزو،، سے واقف ہے:

نداند جبرئیل ایں ہای وہو را   کہ نشناسد مقام جستجو را
بپرس از بندۂ بیچارۂ خویش   کہ داند نیش و نوش آرزو را (۳۱)

اس مقام پر پہنچ کر فرشتہ بھی، جو ماورائے افلاک ہے، انسان کو بڑی حیرت اور استعجاب سے دیکھتا ہے:

فرشتہ گرچہ بروں از طلسم افلاک است
نگاہ او بہ تماشاے ایں کف خاکے است

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی وہ مقام ہے کہ جبرئیل بھی اس پر رشک کرتے اور خدا سے انسان کی لذت آہ و فغان اور سوز و گداز عطا کرنے کی دعا کرتے ہیں :

مرا ناز و نیاز آدمی دہ　　بجان من گداز آدمی دہ(۳۲)

اس مقام پر پہنچ کر انسان مظہر قدرت حق بن جاتا ہے ۔ کائنات میں کوئی شے اس کے حکم سے سرتابی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی ۔ اگر آسمان اس کا تابع نہ ہو تو وہ اس سے جنگ کرتا ہے ۔ وہ گردش ایام کو زیر و زبر کر دیتا ہے اور جہان تازہ کی بنیاد ڈالتا ہے، جو اس کا مطیع و فرمان بردار بن کر رہے :

گر نسازد بامزاج او جہان　　میشود جنگ آزما با آسمان

گردش ایام را برہم زند　　چرخ نیلی فام را برہم زند

میکند از قوت خود آشکار　　روزگار نو کہ باشد ساز گار(۳۳)

علامہ اقبال کو انسان کے روشن مستقبل پر پوری طرح ایمان تھا ۔ ان کو یقین تھا کہ وہ دن دور نہیں جب انسان کی تیرہ بختی کی شب تمام ہو جائے گی اور اس کی خوشبختی کا ستارہ افق سے طلوع ہوگا۔ اگرچہ اس کا وجود ایک پر کاہ سے زیادہ نہیں لیکن ایک دن وہ اپنی خودی کی تربیت کرکے، خود میں ایسی طاقت پیدا کرلے گا کہ تمام موجودات عالم کو مسخر کرکے اس کائنات پر حکمرانی و حکمفرسائی کرے گا۔ اس کام میں وہ فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دے گا :

فروغ مشت خاک از نوریان افزون شود روزے

زمین از کوکب تقدیر او گردون شود روزے(۳۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ اقبال انسان کو اس دن کے لئے تیاری کرنے کی بار بار تلقین کرتے ہیں ۔ وہ انسان کو ناموس ازل کا امین سمجھتے ہیں اور بیک وقت زمان و زمین کا مالک خیال کرتے ہیں ۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسان شک و گمان کے طلسم سے آزاد ہوکر، یقین کی اطمینان بخشش فضا میں سانس لے ۔ اس لئے وہ انسان کو غفلت کی خواب گراں سے بیدار ہوکر اپنے مقدس آدرش پر گامزن ہونے کی دعوت دیتے ہیں :

ناموس ازل را تو امینی، تو امینی　　دارای جہان را تو یساری، تو یمینی

اے بندہ خاکی تو زمانی، تو زمینی　　صہبائے یقیں درکش و از دیر گمان خیز

از خواب گران، خواب گران، خواب گران خیز

از خواب گران خیز (۳۵)

علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں جس کا عنوان ''صبح قیامت،، ہے انسان کو باری تعالی کے حضور دکھایا ہے ۔ اس نظم سے ان کا مقصد انسان کی واقعی عظمت کا اندازہ کرانا اور انسان کو اس مقام کے حصول کی تلقین کرنا ہے ۔ اس نظم میں وہ بیان کرتے ہیں کہ انسان خدائے تعالے کے حضور اپنے جملہ کارناموں کو جو اس نے نائب حق کے طور پر دنیا میں انجام دئے ہیں گنوا رہا ہے کہ کس طرح اس نے شمع حق کی روشنی سے ہدایات حاصل کرکے اس تاریک جہان میں اپنی راہ پیدا کی، اور زہرہ اور پروین کو اپنا مسحور اور مہر و ماہ کو مسخر کیا ۔ عقل خدا داد کے ذریعہ زمین کے سینہ کو چیرا اور افلاک کی بلندیوں پر اپنی عظمت کا جھنڈا گاڑا اور کائنات کے ہر ذرہ کو اپنے زیر نگیں کرلیا ۔ یہ سارے کارنامے انسان بڑے فخر سے خداوند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریم کے سامنے بیان کرتا ہے، اس امید میں کہ یہ سب خالق کون و مکان کو پسند آئیں گے اور وہ انسان کو اپنی نیابت کے مشکل مشن کو بطرز احسن انجام دینے پر قابل صد تحسین و آفرین اور مبارکباد کا سزاوار قرار دے گا۔

اے کہ ز خورشید تو کوکب جاں مستنیر
از دلم افروختی شمع جہان ضریر
ریخت ہنرہائے من بحر بیک نائے آب
تیشہ من آورد از جگر خارہ شیر

زہرہ گرفتار من، ماہ پرستار من
عقل کلاں کار من، بہر جہاں دارو گیر
من بہ زمین درشدم، من بہ فلک برشدم
بستۂ جادوئے من ذرہ و مہر منیر(۳۶)

حوالہ جات

۱ - زبور عجم، طبع لاہور، ص ۱۳۲ -
۲ - پیام مشرق، طبع لاہور ص ۳۴ -
۳ - ایضاً -
۴ - اسرار خودی،طبع لاہور، ص ۱۲ -
۵ - سیرت اقبال، محمد طاہرفاروقی، طبع لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۳۰۴ - ۳۰۵ -
۶ - اسرار خودی، طبع لاہور، ص ۱۵ -
۷ - ایضاً ص ۱۴ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸ - ایضاً -

۹ - ایضاً ، ص ۱۵ -

۱۰ - ایضاً، ص ۱۴ -

۱۱ - ایضاً -

۱۲ - جاوید نامہ، طبع لاہور، ص ۷۵ -

۱۳ - اسرار خودی، ص ۱۳ -

۱۴ - ایضاً -

۱۵ - پیام مشرق، ص ۱۷۸ -

۱۶ - ایضاً، ص ۲۱۴ -

۱۷ - ارمغان حجاز، طبع لاہور، ص ۱۷۳ -

۱۸ - سیرت اقبال، ص ۳۰۴ -

۱۹ - قرآن کریم، سورۃ البقر (۲)، آیۃ ۳۰ -

۲۰ - رموز بیخودی، طبع لاہور، ص ۱۶۶ -

۲۱ - جاوید نامہ، طبع لاہور، ص ۷۴

۲۲ - پیام مشرق، ص ۹۷

۲۳ - ایضاً ص ۱۶ -

۲۴ - ایضاً، ص ۱۳۲ -

۲۵ - اسرار خودی، ص ۱۸ - ۱۹ -

۲۶ - سیرت اقبال، ص ۳۰۵ -

© rasailojaraid.com